بسم اللہ الرحمن الرحیم

برعظیم پاک و ہند کا صوفیانہ ادب اور عہد حاضر پر......اس کے اثرات منعقدہ ۱۲-۱۳ مئی ۲۰۱۰ء کی روداد

ڈاکٹر محمود الحسن عارف
نائب صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی، پاکستان

یوں تو ہر طبقے کا ادب اپنی اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے، مگر صوفیاے کرام کا تخلیق کیا ہوا ادب اپنے اندر بے حد وسعت، عظمت اور انسانیت کے لیے نفع رسانی کا پہلو رکھتا ہے۔ پھر اس ادب میں بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے ایک پیغام پایا جاتا ہے، جو ایک دوسرے سے محبت رکھنے، تمام انسانوں کا بلاتفریق مذہب و ملت ادب و احترام ملحوظ رکھنے اور تمام لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنے کا ہے اور پھر عہد حاضر میں گروہوں، طبقوں اور فرقوں میں بٹی ہوئی مسلم قوم کو اس پیغام کی اشد ضرورت بھی ہے۔ اسی لیے عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان نے جامعہ پنجاب کے دو شعبوں، شعبہ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ اور شعبہ عربی کے اشتراک کے ساتھ...... اس عنوان پر دو روزہ قومی سیمینار منعقد کرنے کا پروگرام بنایا...... یہ خوب صورت سیمینار ۱۲-۱۳ مئی ۲۰۱۰ء کو انڈر گریجویٹ کالج، قائد اعظم کیمپس کے خوب صورت الرازی ہال، میں منعقد ہوا......اس میں جامعہ پنجاب، المنہاج یونیورسٹی، جامعہ اشرفیہ، اور گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کے علاوہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، بین الاقوامی اسلامیہ یونیورسٹی اسلام آباد، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور اور شیخ بہاؤالدین زکریا، یونیورسٹی ملتان کے اساتذہ نے بھی بڑی تعداد میں شرکت کی۔

اس سیمینار کی کل پانچ نشستیں منعقد ہوئیں، جن میں ۴۵ سے زیادہ اہل علم و فضل نے مقالات پڑھے اور اپنے خیالات کا اظہار کیا......

پہلی اور افتتاحی نشست ۱۲ مئی ۲۰۱۰ء کو صبح ۱۰ بجے شروع ہوئی، اس کی صدارت ڈاکٹر مجاہد کامران رئیس جامعہ پنجاب نے کی اور اس نشست کے مہمان خصوصی...... سابق صدر پاکستان جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ تھے، جبکہ

مہمانانِ اعزاز میں ڈاکٹر جمیل انور، (پرو وائس چانسلر) اور ڈاکٹر مظہر معین (پرنسپل اوری اینٹل کالج) شامل تھے، نقابت کے فرائض شعبہ اردو کے استاد ڈاکٹر مرغوب حسین طاہر نے انجام دیئے۔

حافظ فضل الرحیم (صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان) نے خطبۂ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے تمام مندوبین کرام اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے پس منظر کو اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ یہ تنظیم معروف اسلامی مفکر مولانا سید ابوالحسن علی الندوی نے اپنے عرب اور غیر عرب شاگردوں اور رفقا سے مشورے کے بعد ۱۹۸۴ء میں قائم فرمائی۔

اس کے بنیادی مقاصد میں مسلم معاشرے میں ادب عالیہ، یعنی با مقصد اور اصلاحی ادب کا فروغ اور مسلم ادباء کے مابین ربط و ہم آہنگی پیدا کرنا شامل ہے...... انہوں نے بتایا کہ عالمی رابطہ ادب اسلامی کے تحت متعدد سیمینار منعقد ہو چکے ہیں۔ ان کا موقف تھا کہ دھماکوں، قتل و غارت گری اور خودکش حملوں سے لہولہو امت اسلامیہ کو ایسے ہی مرہم کی ضرورت ہے جس سے ان کے آنسو پونچھے جاسکیں اور ان کے درد کا درمان تلاش کیا جاسکے، اسی لیے اس سیمینار کے انعقاد کا پروگرام بنایا گیا ہے۔

ڈاکٹر محمود الحسن عارف (صدر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ) نے ''اشاعت علم و ادب میں برعظیم پاک و ہند کے صوفیائے کرام کی خدمات'' کے عنوان سے کلیدی مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ برعظیم پاک و ہند میں ''تصوف'' کے قدم سلطان محمود غزنوی کے حملہ سے قبل پہنچ چکے تھے۔ اس زمانے میں متعدد صوفیائے کرام کی موجودگی سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے مسلمان فاتحین کی آمد سے پہلے ہی یہاں دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا تھا۔ جہاں تک برعظیم پاک و ہند میں صوفیاء کی خدمات کا تعلق ہے تو ان کا دائرہ بے حد وسیع اور متنوع ہے اور انہوں نے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ صوفیائے کرام نے اشاعت علم و ادب میں بنیادی اور مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ پھر انہوں نے تفسیر، حدیث، فقہ، احکام، ملفوظاتی ادب اور خصوصاً شاعری کے میدان میں صوفیا کی خدمات کا ذکر کیا اور سید علی بن عثمان الہجویریؒ، شیخ فرید الدین گنج شکرؒ، خواجہ باقی باللہؒ، سید معین الدین چشتی اجمیریؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ دہلوی، شاہ نعمت اللہ قادریؒ، سید محمد گیسودرازؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور مرزا مظہر جانجاناں کی شاعری سے کئی مثالیں پیش کیں۔

انہوں نے کہا کہ اردو زبان سب سے پہلے صوفیا نے بولی۔ اس طرح یہ زبان اور اس کا پورا ادب ان بزرگوں کی باقیات صالحات میں شامل ہے جب کہ پنجابی، سندھی، بلوچی، اور پشتو میں صوفیاے کرام کا کام بے حد وسیع ہے۔

بعدازاں ڈاکٹر شریف سیالوی (صدر شعبہ عربی، شیخ بہاؤالدین زکریا، یونیورسٹی ملتان) نے ''خانقاہ کے علمی وادبی کردار پر......مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ خانقاہ......ایک تربیتی ادارے کا نام ہے، سابقہ دور میں برصغیر پاک و ہند میں بے شمار خانقاہیں موجود تھیں۔ان خانقاہوں نے ہر دور میں مسلمانوں کی تعلیم وتربیت میں بے حد اہم کردار ادا کیا...... ہے ان کا موقف تھا کہ ہر خانقاہ کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی ہوتا تھا۔ یہ کتب خانے نایاب اور قیمتی کتابوں پر مشتمل تھے۔انہوں نے کہا کہ ان میں سے بیشتر کتب خانے اب ضائع ہو چکے ہیں اور جو کتب خانے باقی اور موجود ہیں، حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان کی حفاظت کا بندوبست کرے۔

بعدازاں سابق صدر پاکستان جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ نے خطاب کیا، انہوں نے کہا کہ صوفیا نے اپنے مقامی کردار کے ذریعے عوام الناس کے دل اور ان کے ذہن فتح کر لیے تھے۔جس کے نتیجے میں لاکھوں لوگ مسلمان ہوگئے تھے۔ان حضرات نے اپنی زندگی میں اپنے کردار وعمل سے مسلمانوں کی رہنمائی کی جبکہ مرنے کے بعد ان کی تعلیمات اور ان کی شاعری لوگوں کی رہنمائی کر رہی ہے، انہوں نے معاشرے کو امن، محبت اور رواداری کا درس دیا۔ اس طرح انہوں نے نوجوان نسل کی اخلاقی تربیت میں بے حد اہم کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کے مستقبل کے بارے میں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ صوفیائے کرام کی تعلیمات کے زیر اثر ملک کے لوگوں کی اکثریت آج بھی نیک لوگوں پر مشتمل ہے۔ جو اس بات کی ضمانت ہے کہ ملک سلامت رہے گا۔

بعدازاں ڈاکٹر مجاہد کامران (وائس چانسلر جامعہ پنجاب) نے صوفیا کی خدمات کو زبردست خراج تحسین ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ برعظیم پاک و ہند یعنی پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش میں جو کروڑوں مسلمان ہیں، وہ انہی بزرگوں کی دن رات کی کوششوں اور محنتوں کا نتیجہ اور ثمرہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ صوفیا نے اشاعت دین اور اشاعت علم وادب کے لیے ہر طرح کی قربانی دی ہے اور معاشرے میں امن ومحبت کو فروغ دیا۔ان کا موقف تھا کہ کسی صوفی نے دہشت گردی اور انتہا پسندی کا درس نہیں دیا، بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو محبت اور پیار کے ساتھ جینے کا درس دیا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے بزرگ گجرات کے پاس ایک قصبے میں آباد تھے......اور اس کے آس پاس کے علاقے میں انہوں نے اسلام کی اشاعت کی۔ اس طرح تصوف سے وابستہ لوگوں کی ذمہ داریاں کئی پہلو رکھتی ہیں۔

تقریب کے آخر میں ڈاکٹر مظہر معین پرنسپل اورینٹل کالج نے مہمانوں، خصوصاً صدر محفل اور مہمان خصوصی کا شکریہ ادا کیا۔

دوسری نشست کا آغاز الرازی ہال قائداعظم کیمپس میں بارہ بج کر پندرہ منٹ پر ہوا۔ اس تقریب کے صدر معروف اسکالر اور محقق ڈاکٹر سفیر اختر (سابق رکن ادارۂ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامیہ یونیورسٹی، اسلام

آباد) تھے۔ جو خصوصی طور پر اس تقریب میں شرکت کے لیے یہاں آئے تھے۔ جبکہ مہمان خصوصی ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم المصری تھے اور مہمانان اعزاز میں حکیم محمود احمد ظفر اور ڈاکٹر انعام الحق کوثر شامل تھے۔ ڈاکٹر قاری محمد طاہر، اس نشست کے نقیب تھے۔

تلاوت و نعت کے بعد ڈاکٹر محمد عبداللہ نے برعظیم پاک و ہند کے مسلم حکمران اور صوفیاے کرام (عہد سلاطین) کے عنوان پر مقالہ پڑھا۔ انہوں نے بتایا کہ صوفیاے کرام نے سلاطین کی نہ صرف سرپرستی کی بلکہ عہدے اور لالچ کی طمع کیے بغیر انہیں ٹھیک اور مفید مشورے بھی دیئے۔ مقالہ نگار ضیاء المصطفیٰ قصوری (شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج سول لائنز، لاہور) نے شیخ علی المتقی کی جوامع الکلم میں تصوف کے سرمائے ''ثروۃ التصوف فی جوامع الکلم للشیخ علی المتقی'' پر مقالہ پیش کیا (وہ خود حاضر نہ ہو سکے مگر انہوں نے اپنا مقالہ بھجوا دیا)، انہوں نے شیخ علی المتقی کے حالات زندگی بیان کرنے کے بعد جوامع الکلم نامی ان کی کتاب میں موجود تصوف کے سرمائے کی اہمیت واضح کی۔ ان کے بعد لاہور کالج یونیورسٹی براے خواتین کی استاد ڈاکٹر محسنہ منیر نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے صوفیانہ ادب کا جائزہ کے عنوان پر اپنا مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مختلف تصانیف، مثلاً تنبیہ المعارف بما وقع فی العوارف، تحصیل التعریف بما وقع فی معرفۃ الفقہ، التصوف، شرح فتح الغیب، مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین، جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہندی اور تذکرۃ اولالیا، وغیرہ کا ذکر کیا، اور کہا کہ برعظیم پاک و ہند میں تصوف کے عنوان پر شیخ دہلویؒ کا کام بہت اہمیت رکھتا ہے۔ بعدازاں ڈاکٹر قاری محمد طاہر نے اپنا مقالہ ''علم قراءت اور صوفیاے کرام'' کے عنوان پر مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے بتایا کہ قرآن مجید کی قراءت اور حفظ کو تصوف میں بے حد اہمیت حاصل ہے۔ اسی لیے بہت سے صوفیاے کرام اونچے درجے کے قاری بھی تھے...... بعدازاں انہوں نے تاریخ کے مختلف ادوار میں ایسے قرا کی خدمات کا تذکرہ کیا، جنہوں نے تصوف کی بھی بے حد خدمت کی۔ ان کے بعد گورنمنٹ دیال سنگھ کالج لاہور کے استاد محمد ادریس سرور نے ''شیخ احمد سرہندی کی تعلیمات، مکتوبات کی روشنی میں'' کے عنوان پر مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے شیخ احمد سرہندی کی تحریک پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ جب مغلیہ تاجدار جلال الدین اکبر نے...... دین الٰہی پیش کیا اور تمام لوگوں کو اس کے مطابق چلنے پر مجبور کیا تو اس موقع پر شیخ احمد سرہندی اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اٹھے۔ انہوں نے اس راہ میں قید و بند کی صعوبتیں بھی اٹھائیں، لیکن بالآخر شاہجہان کے زمانے میں مغلیہ حکومت کے رویے میں تبدیلی آ گئی۔ ان کا موقف تھا کہ شیخ احمد سرہندی کے مکتوبات بڑا علمی اور فکری خزانہ رکھتے ہیں اور انہوں نے تاریخ میں پہلی مرتبہ مکتوبات کو ایک ذریعہ ابلاغ اور میڈیا کے طور پر اختیار کیا ہے۔ اگلے مقالہ نگار ڈاکٹر الطاف حسین لنگڑیال (شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور) تھے، جنہوں نے وسطی پنجاب کی زبان'' رچناوی میں

صوفیانہ ادب'' کے عنوان پر اپنے خیالات بصورت مقالہ پیش کیے.....انہوں نے رچناوی زبان کا تعارف پیش کرتے ہوئے بتایا کہ اس سے مراد وہ بولی ہے، جو راوی اور چناب کے مابین علاقے میں بولی جاتی ہے، انہوں نے خاص طور پر سلطان باہو کے حالات زندگی اور ان کے کلام کی آفاقیت پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں بین الاقوامی اسلامیہ یونیورسٹی اسلام آباد سے آئے ہوئے ڈاکٹر جنید ہاشمی نے ''التصوف فی الفکر الاصلاحی التجدیدی للشیخ اشرف علی تھانویؒ'' کے موضوع پر عربی میں مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے بتایا کہ مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۵ء) تصوف کے چاروں سلسلوں سے نسبت رکھتے تھے۔ اور آپ نے خصوصاً مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے سلوک حاصل کیا اور ایک زمانہ ان کی عظمت و جلالت کا معترف تھا۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ نے تربیت کا خصوصی ملکہ عطا کیا تھا اور آپ نے اس تربیت کے ذریعے ہزار ہا لوگوں کی زندگیاں بدل دیں اور بڑے بڑے لوگ آپ کے در دولت سے مستفید ہوئے۔ انہوں نے کئی چھوٹی بڑی کتب تصنیف و تالیف فرمائی ہیں۔ اس کے بعد مقالہ نگار نے مولانا کے تربیتی اور اصلاحی منہج کو واضح کیا، ازاں بعد شعبہ اردو جامعہ الازہر (قاہرہ مصر) کے سربراہ اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں فارن پروفیسر ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ جس کا عنوان تھا۔ ''المرأۃ فی الفکر الصوفی فی شبہ القارۃ الباکستانیہ والہندیہ'' (برصغیر پاک و ہند کے صوفیانہ ادب میں عورت کا مقام) انہوں نے کہا کہ تصوف میں شروع سے ہی عورت کو بڑی عظمت اور اہمیت حاصل ہے۔ اسی لیے تاریخ میں شیخ رابعہ بصریہ کا ذکر ایک ایسی عابدہ زاہدہ خاتون کے طور پر آتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالص محبت پر زور دیا اور محبت عذری کا تصور پیش کیا۔ جس کا اظہار ان اشعار میں ہوتا ہے جو ان کی طرف منسوب ہیں، انہوں نے کہا کہ جہاں تک صوفی کی زندگی میں عورت کا تعلق ہے تو ہمیں صوفیا کے ہاں دونوں طرح کی مثالیں ملتی ہیں۔ بہت سے ایسے صوفیاے کرام گذرے ہیں، جن کے ہاں ایک یا ایک سے زیادہ بیویاں موجود تھیں، جب کہ کچھ صوفیاے کرام نے متجردانہ زندگی گذارنے کو ترجیح دی، دراصل صوفیاے کرام کی کتابوں میں الحاقات اور اضافوں کا سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہا۔ اور ان کے خیال میں صوفیا کے ہاں تجرد کی زندگی، پر زور دینے کا مضمون، بعد میں ان کی کتابوں میں شامل کیا گیا ہے، بحیثیت مجموعی صوفیا کے ہاں شادی شدہ زندگی گذارنا تجرد کی زندگی بسر کرنے سے افضل سمجھا گیا ہے۔ البتہ جب تک صوفی تربیت کے مرحلے میں ہو، اس کے لیے تجرد کو افضل سمجھا گیا ہے اور تکمیل کے بعد صوفیا شادی سے منع نہیں کرتے، اور یہ بات قرآن و سنہ کی مجموعی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

اس نشست کے آخری مقالہ نگار ڈاکٹر انعام الحق کوثر تھے۔ جو بلوچستان یونیورسٹی، شعبہ فارسی کے استاد ہیں، مگر ان دنوں لاہور میں مقیم ہیں۔ ان کے مقالے کا عنوان تھا، ''پاکستانی صوفیانہ شاعری میں وحدت''، اپنے تئیں

صفحات پر مشتمل مقالے میں، انہوں نے بتایا کہ وحدت کائنات کا ایک اعلیٰ وارفع تقاضا ہے۔ ریت کے ذرے، باہم مل کر بگولے پیدا کرنے والا ریگزار بناتے ہیں اور انسان صدیوں سے اسی وحدت کا متلاشی ہے۔ ان کا موقف تھا کہ اگر ہم پاکستانی صوفیانہ شاعری پر ایک نظر ڈالیں۔ تو ہمیں حمد ونعت کے سلسلے میں کئی شعراء کا کلام دستیاب ہوتا ہے۔ جو وحدت الٰہی کا مظہر ہے۔ بعدازاں انہوں نے مختلف زبانوں سے اس کی مثالیں پیش کیں:

سب سے آخر میں صدر مجلس نے اس پروگرام کے انعقاد پر تمام منتظمین کو مبارک باد دی اور مقالہ نگاروں کے مقالات کی تحسین کی، جس کے بعد نشست اختتام پذیر ہوگئی۔

سیمینار کی تیسری نشست ۶ بجے شام الرازی ہال میں انعقاد پذیر ہوئی، اس نشست کی صدارت معروف اسکالر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (ڈین کلیہ علوم اسلامیہ وعربی، فیصل آباد یونیورسٹی، فیصل آباد) نے کی جب کہ ڈاکٹر علی اصغر چشتی (ڈین کلیہ علوم اسلامیہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد) مہمان خصوصی تھے اور ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اور حکیم محمود احمد ظفر مہمانانِ اعزاز تھے۔

تلاوت ونعت کے بعد گورنمنٹ کالج چشتیاں کے سابق استاد محترم ظفر علی نے ''علامہ اقبال کی صوفیانہ شاعری اور ان کے ممدوح صوفیائے کرام'' کے عنوان پر مقالہ پیش کیا اور علامہ اقبال کی شاعری میں موجود تصوف کے رموز ونکات پر گفتگو کی، انہوں نے کہا کہ علامہ اقبال کی برعظیم پاک و ہند ہی کے نہیں، بلکہ دنیائے اسلام وغیرہ کے تصوف پر گہری نظر تھی اور ان کی ممدوح شخصیات میں سب سے زیادہ صوفی بزرگ شامل ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ اقبال زندگی میں سب سے زیادہ صوفیا سے متاثر ہوئے۔

اگلے مقالہ نگار ڈاکٹر محمد سرفراز خالد (شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور) تھے، انہوں نے ''خواجہ نظام الدین اولیا کے ملفوظات فوائد الفواد کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا...... اور بتلایا کہ خواجہ نظام الدین دہلویؒ کے ملفوظات کو ان کے کئی شاگردوں اور مریدین نے قلم بند کیا ہے مگر خواجہ حسن سجزی کے مرتب کردہ مجموعہ فوائد الفوائد کو سب سے زیادہ قبول عام حاصل ہوا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ خواجہ نظام الدین اولیاء کے اس مجموعہ ملفوظات میں اسلامی تصوف کے اہم مسائل کے علاوہ، اس دور کی معاشرتی زندگی کی بھی عکاسی ہوتی ہے...... حافظ زاہد علی (شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج ٹاؤن شپ واستاد حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور) اگلے مقالہ نگار تھے، ان کے مقالے کا عنوان تھا: ''ملفوظات حضرت تھانوی مرتب کردہ مفتی محمد حسن کا تحقیقی جائزہ''...... انہوں نے مولانا اشرف علی تھانوی کے حالات زندگی اور مفتی حسن کے ساتھ ان کے خوش گوار تعلقات پر گفتگو کی، انہوں نے بتایا کہ مولانا تھانوی کے ملفوظات پر مشتمل سو سے زیادہ جلدیں طبع ہو چکی ہیں، تاہم مفتی محمد حسنؒ کے مرتب کردہ ملفوظات کی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے......

اگلے مقالہ نگار ڈاکٹر طاہر رضا بخاری تھے......انہوں نے ملفوظات کی ادبی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اگلے مقالہ نگار ڈاکٹر حامد اشرف ہمدانی (شعبہ عربی، جامعہ پنجاب) تھے، جنہوں نے ''شعر الزہد والحکمۃ فی باکستان'' کے عنوان سے عربی میں مقالہ پیش کیا، انہوں نے کہا کہ برعظیم پاک و ہند کے شعراء نے ہر موضوع پر داد تحقیق دی ہے، اور خاص طور پر ''زہد و حکمت'' کے عنوان پر بہت بڑا سرمایہ موجود ہے، انہوں نے اردو، پنجابی اور سرائیکی وغیرہ اس حوالے سے مختلف مثالیں پیش کیں۔

بعد ازاں ڈاکٹر محمد سجاد تترالوی (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد) نے ''ملفوظات مہریہ علم وعرفان کا گنجینہ'' کے عنوان پر مقالہ پڑھا۔ انہوں نے اپنے مقالے میں بیان کیا کہ سید مہر علی شاہ صاحب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خصوصی مرید اور فیض تربیت یافتہ تھے، اور وہ حرم میں ہی اپنی زندگی گذارنا چاہتے تھے، لیکن اپنے پیرومرشد کے حکم پر واپس ہندوستان میں چلے آئے اور فتنہ قادیانیت کا بھرپور مقالہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ رد قادیانیت میں یوں تو بہت سی کتابیں تالیف و تصنیف کی گئی ہیں، لیکن جو مقام پیر مہر علی کی تصنیف ''سیف چشتیائی'' کا ہے وہ مقام کسی اور کو نہیں مل سکا۔ بعدازاں انہوں نے سید مہر علی شاہ کے ملفوظات مہریہ اور ان کی حمدیہ و نعتیہ شاعری سے مثالوں کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی...... بعد ازاں ڈاکٹر شاہدہ پروین (استاد شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی) نے اپنا مقالہ پیش کیا......ان کے بعد ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب (ڈائریکٹر اسلامک ریسرچ سنٹر، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان) نے ''موسیٰ پاک شہید گیلانی کے احوال و آثار اور تعلیمات کا تحقیقی مطالعہ'' کے عنوان سے مقالہ پیش کیا......انہوں نے بتایا کہ سید موسیٰ پاک...... ملتان کے ایک بہت بڑے بزرگ صوفی ہیں۔ جن کی ولادت ۹۵۲ھ اور وفات ۱۰۱۰ھ میں ہوئی، انہوں نے اس مقالے میں حضرت موسیٰ پاک گیلانی کی تعلیمات پر روشنی ڈالی اور بتلایا کہ ان کے ہاں شریعت و طریقت کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم قرار دیا گیا ہے، اور وہ قرآن کریم سے اکتساب فیض پر زور دیتے تھے، اس کے علاوہ انہوں نے موسیٰ پاک کے ہاں دعاؤ سکوت، شب خیزی، وقت قبولیت، حضور قلب اور حکمت نماز وغیرہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اگلے مقالہ نگار محمد عابد ندیم (پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور) تھے۔ انہوں نے سید صابر حسین چشتی کاموکی) کی صوفیانہ شاعری پر مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے بتایا کہ صدر صابر حسین چشتی، اپنے دور کے بہت بڑے صوفی شاعر ہیں۔ آپ نے سلسلۂ چشتیہ میں تربیت حاصل کی تھی......اگلے مقالہ نگار ڈاکٹر حافظ عبدالرحیم (مسند نشین شیخ بہاء الدین زکریا، شعبہ عربی، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان) تھے، انہوں نے خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ آپ نے بہت سے بزرگوں سے اکتساب فیض کیا تھا، جن میں ملتان کے مقامی علماء وصوفیا کے علاوہ ایران، افغانستان اور عرب کے کئی علما اور صوفیا بھی شامل تھے،

انہوں نے شیخ زکریاؒ کے مدرسہ کی تعلیمی پالیسی پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ ان کے مدرسہ میں علوم اسلامیہ کی تعلیم دینے کے ساتھ..... جدید فنون بھی سکھائے جاتے تھے، انہوں نے شیخ زکریا کی کتاب ''کتاب الاوراد'' کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ شیخ زکریا نے اس کتاب میں معاشرے کے عام لوگوں کے لیے مختلف موقعوں کی دعاؤں کا ذکر کیا ہے، بعدازاں انہوں نے بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی کی طرف سے تیار ہونے والے تحقیقی منصوبے ''شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی، تصوف دائرۂ معارف'' پر روشنی ڈالی اور کہا کہ وہ اس سلسلے میں اصحاب علم وفضل کی طرف سے ملنے والے تصنیفی و تحقیقی تعاون کا خیر مقدم کریں گے۔

آخری مقالہ نگار ڈاکٹر سفیر اختر تھے، انہوں نے ''صوفیا کے ملفوظاتی ادب..... کی اہمیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے بتایا کہ سب سے پہلے تو ہمیں ''صوفی'' کی تعریف پر نظر ثانی کرنا ہوگی، اس لیے کہ تیرھویں صدی ہجری تک یہ مسلّم تھا کہ ہر صوفی عالم بھی ہوتا تھا، لیکن معروف معنوں میں وہ ''صوفی'' شمار نہیں ہوتے، مثال کے طور پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی..... معروف معنوں میں صوفی تھے، لیکن ان کی کوئی خانقاہ نہیں تھی، اس لیے یہ کہنا کہ ہر صوفی عالم ہوتا تھا..... یا ہر عالم صوفی ہوتا تھا، درست نہیں ہے، بلکہ صوفیانہ ادب کو اجاگر کرنے کے لیے ہمیں صوفی کی تعریف بڑی احتیاط سے کرنا ہوگی۔

ان کا موقف تھا کہ صوفی بزرگوں نے جن جن موضوعات پر قلم اٹھایا ہے، ان میں بہت سی چیزیں تصوف سے مناسبت نہیں رکھتیں، جیسے کہ مثال کے طور پر حضرت مجدد الف ثانی کا رسالہ روافض جو علم الکلام یا علم المناظرہ کا موضوع ہوسکتا ہے، انہوں نے کہا کہ صوفی بزرگ یہ چاہتے تھے، کہ تصوف کے موضوعات کو..... عام لوگوں سے مخفی رکھنا چاہئے، اسی لیے پندرھویں صدی عیسوی تک تمام صوفیانہ کتب عربی میں لکھی گئیں، حالانکہ سرکاری زبان فارسی تھی۔

انہوں نے کہا کہ ملفوظاتی ادب..... اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے مؤرخین نے جو تاریخیں تصنیف کی ہیں..... وہ محض بادشاہوں اور حکمرانوں کے وقائع تک محدود ہیں اور ان میں مسلمانوں کی معاشرتی زندگی پر روشنی نہیں پڑتی، البتہ..... تاریخ کا یہ پہلو ملفوظات میں بڑے وسیع پیانے پر نظر آتا ہے، انہوں نے کہا کہ ملفوظات میں ہمیں تصوف کے متعلق تو بزرگوں کے حالات ملتے ہی ہیں، اس کے علاوہ ہمیں اس دور کی معاشرتی زندگی، لوگوں کے رہن سہن اور ان کے عقائد و رسوم کا بھی پتہ چلتا ہے، انہوں نے چشتی بزرگوں کے ملفوظات کی تحقیق و تدوین میں ڈاکٹر خلیق احمد نظامی کی خدمات پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ ڈاکٹر نظامی کے کام کی اہمیت وقت کے ساتھ ساتھ نمایاں ہورہی ہے۔

ان کے بعد اس نشست کے مہمان خصوصی ڈاکٹر علی اصغر چشتی نے ''ملفوظات چشتیہ'' کے عنوان پر مقالہ

پڑھا، جس میں انہوں نے چشتی بزرگوں کے ہاں...... ملفوظات کی اہمیت اور اسے بطور معمولات شامل کرنے پر روشنی ڈالی، انہوں نے بتایا کہ چشتی بزرگوں کے ہاں ملفوظات کو مرتب کرنے کا سب سے زیادہ التزام پایا جاتا ہے۔

نشست کے آخر میں صدر مجلس ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے اپنے خیالات کا اظہار کیا، انہوں نے اس سیمینار کو خوش آئند قرار دیا اور نشست میں پڑھے گئے مقالات کی تحسین کی، البتہ انہوں نے مقالہ نگاروں کو نصیحت کی کہ وہ عربی الفاظ کے تلفظ کا خصوصی طور پر خیال رکھیں، انہوں نے کہا کہ عربی زبان بے حد اہم ہے اور اس میں اعراب کی تبدیلی سے معانی تبدیل ہو جاتے ہیں، لہٰذا اہل علم کو الفاظ کے تلفظ پر خصوصی توجہ دینی چاہیے اور یہ کہ غلط تلفظ سے مقالے کا حسن غارت ہو جاتا ہے۔

انہوں نے علاقائی زبانوں کے ادب پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ان زبانوں کا لب و لہجہ اپنانے کی ضرورت ہے، ڈاکٹر خلیل الرحمان کی دعا پر یہ نشست اختتام کو پہنچ گئی۔

چوتھی نشست مورخہ ۱۳ مئی ۲۰۱۰ء کو ۹ بج کر ۴۵ منٹ پر...... الرازی ہال قائد اعظم کیمپس پنجاب یونیورسٹی میں شروع ہوئی، اس نشست کی صدارت معروف صحافی اور ادیب اور پاکستان (اخبار) کے مدیر اعلیٰ جناب مجیب الرحمان شامی نے کی اور ڈاکٹر مظہر معین (پرنسپل اوری اینٹل کالج) اور ڈاکٹر سلیم طارق خان (ڈین کلیہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور) مہمان خصوصی تھے، جبکہ مہمان اعزاز ڈاکٹر خالق داد ملک تھے، نقابت کے فرائض ڈاکٹر حافظ عبدالقدیر نے انجام دیئے۔

تلاوت اور نعت کے بعد سب سے پہلے مقالہ پیش کرنے کی سعادت ڈاکٹر علی اکبر الازہری (ایسوی ایٹ پروفیسر منہاج القرآن یونیورسٹی، لاہور) نے حاصل کی، ان کے مقالے کا عنوان تھا: ''صوفیاے برصغیر پاک و ہند کا منظوم ادبی سرمایہ'' انہوں نے بتایا کہ صوفیائے برصغیر نے لوگوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے دوسرے ذرائع کے ساتھ ساتھ شاعری کا ذریعہ بھی اپنایا ہے۔ صوفیا کی شاعری میں حقیقی محبت کے ساتھ ساتھ...... رمز و کنایہ کا استعمال بھی بڑی وافر مقدار میں ملتا ہے، انہوں نے کہا کہ صوفیا کی شاعری اپنے اندر بڑی گہرائی رکھتی ہے۔ اور ملک اور قوم کے لیے بڑے گہرے پیغام پر مشتمل ہے۔

ان کے بعد ڈاکٹر حافظ عبدالقیوم (لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی) نے ''مغرب میں تصوف کے فروغ میں فکر روایت کا حصہ اور پاکستان میں فکر روایت کے اثرات'' کے عنوان پر مقالہ پڑھا، انہوں نے کہا کہ مغرب کا تصوف کے فروغ وارتقاء میں کوئی حصہ نہیں ہے، بعد ازاں انہوں نے فکر روایت پر روشنی ڈالی۔

پنجاب اسمبلی سیکرٹریٹ سے تعلق رکھنے والے محمد ارشد علی اگلے مقالہ نگار تھے، انہوں نے ''پنجابی شاعری

میں رموز کنایہ کی روایت کا ارتقاء شاہ حسینؒ کی کافیوں کی روشنی میں'' کے موضوع پر مقالہ پیش کیا، انہوں نے شاہ حسین کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتے ہوے بتایا کہ شاہ حسین کا تعلق ایک عام خاندان سے تھا، انہوں نے محض ذاتی محنت سے وہ مقام حاصل کیا، جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا، کہ صوفیاے کرام نے اپنے قلبی جذبات کا اظہار کرنے کے لیے رمز و کنایہ کا وسیع پیانے پر استعمال کیا ہے اور اپنی شاعری کو توحید و رسالت کے مضامین سے لبریز کر دیا ہے۔

ڈاکٹر حافظ عبدالقدیر نے ''مولانا محمد اکرم اعوان کی صوفیانہ شاعری'' کے عنوان پر اپنے خیالات بصورت مقالہ پیش کیے، جس میں انہوں نے بتایا کہ لوگ مولانا محمد اکرم اعوان کو ایک صوفی اور مذہبی لیڈر کے طور پر جانتے ہیں، مگر اس بات کا بہت لوگوں کو علم ہے کہ وہ ایک بہت اچھے شاعر بھی ہیں اور سیماب تخلص رکھتے ہیں، انہوں نے اپنی شاعری میں جدید سیاسی واقتصادی حالات کے ساتھ...... عشق و محبت کے مضامین پر بھی اشعار کہے ہیں، اس موقع پر مقالہ نگار نے مولانا کی شاعری سے...... مثالیں پیش کر کے حاضرین کو...... محظوظ کیا......

ان کے بعد...... ڈاکٹر عبدالماجد (شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی) نے عربی میں اپنا مقالہ ''الوصیۃ الرحمانیہ، لخواجہ عبدالرحمان الملتانی، ثم العربی دراسۃ تحقیقیۃ'' کے عنوان سے مقالہ پڑھا، جس میں انہوں نے سب سے پہلے یہ سوال اٹھایا کہ آیا ''وصایا'' ادب میں شامل ہیں، یا نہیں، انہوں نے کہا کہ اس بارے میں عرب ادباء میں اختلاف ہے، تاہم ان کا موقف تھا کہ ''وصایا'' کو ادب میں شامل کیا جانا چاہئے، بعد ازاں انہوں نے خواجہ عبدالرحمان کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی اور پھر ان کے وصایا کا تذکرہ کیا......

ان کے بعد ڈاکٹر حافظ احمد علی نے، جن کا تعلق شعبہ عربی، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور سے ہے، الجهود الادبیہ للشیخ عبدالنبی المختار خواجہ محمد یار فریدی کے عنوان پر (عربی میں) مقالہ پیش کیا، اپنے عربی مقالے میں انہوں نے بتایا کہ خواجہ محمد یار فریدی کا تعلق سرائیکی علاقے کے ساتھ ہے اور ان کا کلام بھی زیادہ تر سرائیکی میں ہے، بعد ازاں انہوں نے...... خواجہ محمد یار فریدی کی شاعری سے کچھ مثالیں پیش فرمائیں...... بعد ازاں ڈاکٹر شفیق الرحمان (شعبہ عربی، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور) نے ''خواجہ غلام فرید کے ملفوظات مقابیس المجالس میں قدیم کتب کا تذکرہ''...... کے عنوان پر مقالہ پیش کیا، اپنے مقالے میں انہوں نے خواجہ غلام فرید کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے، ان کے ملفوظات کے مجموعے مقابیس المجالس کی اہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالی، انہوں نے بتایا کہ یہ مجموعہ ملفوظات...... خواجہ غلام فرید کے عہد کی ایک ایسی دستاویز ہے، جس میں اس دور کی بہت سی باتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، انہوں نے خاص طور پر، اس مجموعہ میں شامل قدیم کتب کا تذکرہ کیا، جن کا تذکرہ اس کتاب میں کیا گیا ہے۔

اگلے مقرر ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس تھے، جنہوں نے ''کشف المحجوب کے اصول سوانح نگاری'' کے عنوان پر

فاضلانہ مقالہ پیش کیا، انہوں نے بتایا کہ حضرت علی بن عثمان الہجویری نے لوگوں کے حالات قلمبند کرنے کا ایک مخصوص طریقہ اور انداز اپنایا ہے، وہ اپنی کتاب میں صرف اتنے ہی حالات پیش کرتے ہیں، جن کی...... وہاں اس جگہ قاری کو ضرورت ہوتی ہے، ان کا موقف تھا کہ حضرت علی بن عثمان کے اصول سوانح نگاری پر مزید بحث و تحقیق کی ضرورت ہے۔

ان کے بعد...... شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی مدیر اور جامعۃ الازہر کی سابق استاد ڈاکٹر تبسم منہاس نے اپنا مقالہ بعنوان ''صوفی ادب مین خضر کا مقام'' پیش کیا...... انہوں نے اپنے مقالے میں تصوف میں ''خضر'' کے تصور کو اجاگر کیا اور بتایا کہ صوفیا کے ہاں خضر ایک ایسی شخصیت ہیں، جو مصیبت زدگان کی مدد کرتے ہیں اور لوگوں کو راستہ دکھاتے ہیں وہ چونکہ سبز لباس میں دکھائی دیتے ہیں، اسی لیے انہیں یہ نام دیا گیا، ان کا موقف تھا، کہ صوفیا میں ''خضر'' کی...... لازوال زندگی اور موت کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے، متاخر صوفیا میں سے خواجہ احمد سرہندیؒ نے اپنے بعض کشف کے حوالے سے بتایا کہ حضرت خضر انتقال کر گئے ہیں اور اللہ کی ذات کے سوا کسی کو بقائے دوام حاصل نہیں۔

ان کے بعد ڈاکٹر خالق داد ملک (صدر شعبہ عربی، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی) نے ''شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی اور ان کی تفسیر قران القرآن کے ادبی و علمی مقام و مرتبہ'' کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کیے، انہوں نے شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی زندگی اور خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ ان کی تفسیر بڑے فاضلانہ انداز میں لکھی گئی ہے اور یہ تفسیر...... علم و ادب اور تصوف کا بہت بڑا خزانہ ہے...... ان کے بعد مہمان خصوصی ڈاکٹر سلیم خان طارق نے اظہار خیال کیا اور اس سیمینار کے انعقاد پر، عالمی رابطہ ادب اسلامی کے منتظمین کو خراج تحسین پیش کیا، انہوں نے کہا کہ اس طرح کے مذاکروں کا...... ملکی سطح پر بے حد اچھا اور مفید اثر پڑتا ہے...... جبکہ مہمان خصوصی ڈاکٹر مظہر معین نے ....موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ان کے خیال میں اس سیمینار کا انعقاد وقت کی بہت اہم ضرورت ہے، تاہم انہوں نے کہا کہ اس سیمینار کی ایک نشست مکمل طور پر عربی میں ہونی چاہئے، انہوں نے کہا کہ صوفیانہ ادب یا تو عربی زبان میں پایا جاتا ہے، یا پھر فارسی زبان میں...... اس لیے ملکی سطح پر ان دونوں زبانوں کی بہتر تعلیم و تربیت کا بندوبست ہونا چاہئے، انہوں نے زور دیکر کہا کہ اسلامیات کے نصاب تعلیم میں عربی کو لازمی حصہ بنایا جائے، تاکہ ملک میں صحیح اہل علم پیدا کیے جاسکیں۔

نشست کے صدر جناب مجیب الرحمان شامی نے مجموعی طور پر، اس نشست میں پڑھے گئے مقالات کو عمدہ کاوش قرار دیا، لیکن انہوں نے کہا، کہ انہیں جامعات کا نصاب تعلیم دیکھ کر بے حد افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے ملک سے

کس طرح کے پی ایچ ڈی اور ایم فل حضرات پیدا ہو رہے ہیں، ان کا موقف تھا، کہ ہمیں اپنے نصاب تعلیم پر اور منہج تعلیم پر خصوصی توجہ دینی چاہئے، انہوں نے اس بات بھی اظہار افسوس کیا کہ بہت سے مقالہ نگار دوران مقالہ...... ضمنی باتوں پر وقت ضائع کر دیتے ہیں، حالانکہ ایسی ضمنی باتوں کی ضرورت نہیں ہوتی، انہوں نے عربی اور فارسی زبانوں کی تعلیم و تدریس میں بہتری لانے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اگر ہم نے خود کو علمی طور پر زندہ رکھنا ہے، تو ہمیں اپنی علاقائی زبانوں کو زندہ رکھنا ہوگا۔

انہوں نے ملک میں بڑھتی ہوئی فرقہ واریت کو بھی کڑی تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ اس مجلس میں بعض لوگوں نے اپنے مقالات اسی تنگ نظری اور تعصب کے ماحول میں پڑھے ہیں، حالانکہ اہل علم کو اپنے قلب و ذہن میں وسعت پیدا کرنی چاہئے۔

انہوں نے آخر میں ایک مرتبہ اس سیمینار کے انعقاد پر منتظمین خصوصاً ڈاکٹر محمود الحسن عارف کو مبارک باد دی۔

سیمینار کی پانچویں اور آخری نشست دن سوا بارہ بجے شروع ہوئی، اس نشست کی صدارت حافظ فضل الرحیم (صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی، پاکستان) نے کی اور اس نشست کے مہمان خصوصی ڈاکٹر حافظ محمود اختر (ڈین کلیہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی) اور ڈاکٹر محمود الحسن عارف صدر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ تھے۔

تلاوت اور نعت کے بعد، ڈاکٹر محمد سعد صدیقی (شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی) نے ''مولانا اشرف علی تھانوی کی تفسیر بیان القرآن کا صوفیانہ رنگ اور برصغیر پاک و ہند کے تفسیری ادب پر اثرات'' کے عنوان سے مقالہ پڑھا، انہوں نے بتایا کہ مولانا تھانوی اپنے دور کی ایک نابغۂ روزگار شخصیت ہیں، آپ نے بہت سے اہم ترین لوگوں کی تربیت کے ساتھ...... جن میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور مولانا محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ لاہور جیسی شخصیات شامل ہیں، بہت سی کتابیں بھی تصنیف و تالیف کی ہیں، جن میں ''بیان القرآن'' سب سے نمایاں ہے، انہوں نے بتایا کہ مولانا کی یہ تفسیر ان کی برسوں کی محنت اور کاوش کا نچوڑ ہے، اس میں انہوں نے دوسری باتوں کے علاوہ صوفیانہ نکات اور توجیہات بھی پیش کی ہیں، اسی لیے بعد کے آنے والوں کے لیے یہ تفسیر بہت اہم ماخذ تصور ہوتی ہے۔

اگلے مقالہ نگار جناب عاصم نعیم (لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی) تھے، جنہوں نے ''برعظیم پاک و ہند کے صوفیانہ ادب'' پر مقالہ پیش کیا، انہوں نے برعظیم کی صوفیانہ تفاسیر کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا کہ اس خطے میں تفسیر نگاری کا سلسلہ بہت قدیم زمانے سے شروع ہو گیا اور یہ کہ دنیا کی بہترین صوفیانہ تفسیریں اسی خطے میں تحریر کی گئیں، بعد ازاں انہوں نے چند تفسیروں سے...... صوفیانہ نکات کی مثالیں بھی پیش کیں۔

ڈاکٹر مسعود مجاہد (ڈین کلیہ علوم اسلامیہ، منہاج القرآن یونیورسٹی، لاہور) نے ''جعفر شاہ پھلواری کا ادبی سرمایہ مکتوبات کی روشنی میں'' کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کیے، انہوں نے بتایا کہ جعفر شاہ پھلواری بہت بڑے عالم

دین ہونے کے ساتھ...... بہت بڑے صوفی بھی تھے اور یہ کہ ان کے مکتوبات میں تصوف کا بہت بڑا خزانہ موجود ہے۔

محترمہ حفصہ نسرین (مدیر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور) نے...... ''شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی فیوض الحرمین کا علمی وادبی سرمایہ'' کے عنوان پر مقالہ پیش کیا، انہوں نے بتایا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے دور کے بہت عظیم محدث اور صوفی بزرگ تھے...... ان کی کتاب فیوض الحرمین ان کے مکاشفات کا مجموعہ ہے اور ان کی علمی اور ادبی پہلو سے بے حد اہمیت ہے۔

محترمہ خالدہ جمیل صاحبہ نے...... خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی شخصیت اور خدمات پر...... گفتگو کی، انہوں نے بتایا کہ ہر دور کے صوفیا نے...... دوسرے لوگوں تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے پیغام پہنچانے کو بڑی اہمیت عطا کی ہے اور اس سلسلے کی ابتدا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے ہوتی ہے۔۔

مولانا محمد یوسف خان نے...... خواجہ محمد گیسو دراز کی علمی وادبی خدمات پر فاضلانہ مقالہ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ خواجہ محمد گیسودراز اپنے دور کے عظیم ترین صوفی بزرگ تھے، جنوبی ہند میں...... ان کے افکار نے...... بہت بڑا انقلاب پیدا کیا، ان کی تفسیر تفسیر الملتقط کو...... سید نفیس الحسینی نے تین جلدوں میں شائع کر دیا ہے، ان کے بعد...... حکیم محمود احمد ظفر اور ڈاکٹر خلیل الرحمان نے خطاب کیا...... جبکہ مہمان خصوصی ڈاکٹر محمود اختر نے...... اپنے مقالے میں...... اس موضوع کی کیفیت اور اس عنوان پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ انہیں...... آج کی اس نشست میں بہت عمدہ اور خوب صورت مقالات سننے کو ملے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ اس سیمینار سے...... اس عنوان پر تحقیق کرنے والے حضرات کو مدد ملے گی...... ان کا موقف تھا کہ صوفیا نے ہمیشہ مسلم معاشرے کی قیادت کا فریضہ انجام دیا ہے...... مگر اس وقت یہ قیادت کمزور ہوگئی ہے اور اس کے احیاء کی اشد ضرورت ہے۔

تقریب کے آخر میں مہمان اعزاز ڈاکٹر محمود الحسن عارف سیمینار میں پڑھے گئے مقالات اور نتائج پر گفتگو کرتے ہوئے کہا، کہ بہت سے مقالات ان کی توقع اور رابطہ کی ہیئت ادار یہ کے تیار کردہ عنوان کے مطابق نہیں تھے، انہوں نے...... اس بات کی ضرورت کو واضح کیا کہ اس طرح مذاکروں میں...... جونیئر حضرات کو سیکھنے کا موقع ملتا ہے اور یہ کہ اس سیمینار میں شریک حضرات آئندہ سیمینار کے لیے موضوع کے سلسلے میں...... رابطہ کی رہنمائی کریں۔

اس مجلس اور عالمی رابطہ ادب اسلامی کے صدر حافظ فضل الرحیم نے سیمینار میں شریک حضرات کے تعاون پر ان کا شکریہ ادا کیا اور تصوف کی اہمیت بیان کرتے ہوے...... علمائے دیوبند خصوصاً...... مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے خلفاء کی خدمات پر روشنی ڈالی۔

آخر میں دعا پر یہ نشست اختتام کو پہنچی۔